شمائلہ مختار

اسکالر پی ایچ۔ڈی اردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور۔

ڈاکٹر حمیرا ارشاد

پروفیسر، سابق صدر شعبہ اردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور۔

حالی اور شبلی بطور سوانح نگار (تقابلی جائزہ)

Shumaila Mukhtar

P.hd Urdu scholar Departnemt of Urdu, Lahore College for Women University, Lahore.

Dr. Humaira Irshad

Professor, Ex. Head of Departnemt of Urdu, Lahore College for Women University, Lahore.

Hali and Shibli as a Biographer (Comparative Review)

Such biographies which are written outside of the art of biography, become unreal and dry, that’s why it is very important to have authenticity in a good biography because it is authenticity that saves the biographer from all kind of mistakes picks up. The biographer cannot deviate from the basic concept of art while if the truth is last, the none existence and existence of the biography become equal the two biographers Shibli and Hali, who are searching for the same truth, are the soul of the this article. Before the biography of Shibli Nomani Altaf Hussain hali had opened a standard chapter of biography though his book “Hayat-e-Saadi” before maulana Hali, the character of Hazrat Muhammad (S.A.W) was related to blessings and Hali’s Hayat Saadi was the first biography written in this style.

Keywords: *Biopgraphy, Shibli, Hali, Biographers, Soul, Truth, Article.*

سوانح نگاری کے فنی لوازم میں سب سے اہم عنصر سوانح نگار کی شخصیت ہے مختلف نقادوں نے سوانح نگار کے مختلف اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ ایمرسن کہتا ہے کہ "ایک عظیم آدمی کی ضرورت ہے تا کہ ایک عظیم تر آدمی کی تشریح کر سکے"[۱] عظمت و اہمیت کے علاوہ سوانح کے متعلق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس میں پیش کردہ

ہیرو کے گرد و پیش کے حالات و واقعات اس کے اوصاف، مناقشات و کمالات سے کامل آگاہی ہو اور ان تمام چیزوں میں مہارت اور دلچسپی ہو جو کہ ہیرو کی تخصیص کے ذمرے میں آتی ہو ایک سوانح نگار میں مذکورہ خصوصیات ہوں تو سونے پر سہاگہ ہے۔ مگر اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ سوانح نگاری کی تاریخ میں ہمیں کچھ ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ جو مزکورہ بالا شرائط کو پورا نہیں کرتی لیکن اس کے باوجود عمدگی کے معیار سے ہمکنار ہوتی ہیں۔ سوانح ادب کے زیرِ اثر تمام تر نثری تحریریں آتی ہیں جن میں کسی فرد واحد کی زندگی کے مکمل یا پھر اس کی زندگی کے مختلف گوشواروں کو اپنے علم و عقیدت کے مطابق اُجاگر کیا جاتا ہے۔ سوانح نگار جب کسی کی زندگی کو صفحۂ قرطاس پر منقش کرتا ہے تو اسے سوانح نگاری کہتے ہیں۔ اس کے باوجود سوانح عمری جیسی بیانیہ صنف کی اب تک اصول وضوابط متعین نہ کیا جا سکے جس کی طرف سید احتشام حسین یوں اشارہ کرتے ہیں:

"ڈرامے لکھنے کے قاعدے مقرر ہوئے، نظموں میں
اصناف کے علاحدہ علاحدہ قاعدے مرتب کیے گئے
ورنہ اس کے بغیر تاریخ نہ رہے گی لیکن سوانح عمری
کے لیے اب تک باقاعدہ کوئی ایسا اصول نہیں بنایا
جاسکا جسے سامنے رکھ کر ہم سوانح عمریوں کی
جانچ کریں تنقیدیں لکھتے وقت جن سے مدد لیں۔ (۲)

ڈاکٹر عمر رضا یوں لکھتے ہیں:

" سوانح نگاری کا فن بہ ظاہر جتنا آسان نظر آتا ہے اتنا ہی مشکلاور پیچیدہ ہوتا ہے ابھی تک دیگر اصنافِ ادب کی طرح سوانح نگاری کے اصول و ضوابط بھی متعین نہیں کیے جاسکے"(۳)

ڈاکٹر آنسہ الطاف فاطمہ یوں لکھتی ہیں:

"سوانح نگاری کا فن کسی فرد واحد کی شخصیت کو منظرِ عام پر اس طرح لانے کا نام ہے کہ اس کی فطرت اور سیرت کا کوئی پہلو پوشیدہ نہ رہے۔ اس میں لکھنے والا اپنے ذاتی جذبات کو شامل کرنے کا مجاز نہیں ہے ہیرو کے محاسن و معائب کو پیش کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرنے کی ضرورت نہیں۔(۴)

حالی کی سوانح نگاری:

۱۸۵۷ء کے بعد "تحریک جذبہءاحیائے قومی" سوانح نگاری کا سرچشمہ ثابت ہوئی۔ چنانچہ اسی دور میں عمدہ ترین سوانح عمریاں، ناموروں کی یادگار کے بجائے قوم کی ترقی کے لیے لکھی گئیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی مولانا حالی کی لکھی گئی سوانح حیات "یادگارِ غالب" ہے۔

"یادگارِ غالب" اور حیات سعدی دونوں سوانح عمریاں ہم رنگ ہیں۔ فرق یہ ہے کہ یادگارِ غالب کا خاص تعلق اردو ادب سے ہے جبکہ حیات سعدی کا تعلق عامہ سے ادب سے ہے۔ یادگارِ غالب حالی کی دوسری سوانحی تصنیف ہے جو ان کی مقبول ترین سوانح حیات ہے۔ حالی نے ۱۸۹۷ء میں یہ سوانحی تصنیف لکھی۔ یادگارِ غالب دو حصوں پر مشتمل ہے جو کہ ۱۷۵ صفحات پر مشتمل تصنیف ہے۔ اس سوانحی حیات کا پہلا حصہ چورانوے (۹۴)

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ان صفحات میں غالب کی تاریخ ولادت، خاندان، تعلیم، صورت و شکل، سفر، مطالعہ، وغیرہ وغیرہ شامل ہے۔

غالب حالی کے استاد تھے۔ حالی غالب سے نہ صرف متاثر تھے بلکہ انہیں غالب سے بڑی عقیدت بھی تھی۔ حالی نے یادگارِ غالب میں یوں لکھا ہے:

"مرزا کی لائف میں کوئی مہتم بالشان واقعہ انکی شاعری وانشاء پردازی کے سوا نظر نہیں آتا۔ لہذا جس قدر واقعات انکی لائف کے متعلق اس کتاب میں مذکور ہیں انکو ضمنی اور اسطراری سمجھنا چاہیے۔ اصل مقصود اس کتاب کے لکھنے سے شاعری کے اس عجیب و غریب ملکہ کا لوگوں پر ظاہر کرنا ہے جو خدائے تعالٰی نے مرزا کی فطرت میں ودیعت کیا تھا اور جو بھی نظم ونثر کے پیرایہ میں کبھی ظرافت اور اور بذلہ سنجی کے روپ میں کبھی عشق بازی اور شرابی کے لباس میں اور کبھی تصوف اور حب اہل بیت کی صورت میں ظہور کرتا ہے پس جو ذکر ان چار باتوں سے علاقہ نہیں رکھتا اسکو کتاب کے موضوع سے خارج سمجھنا چاہیے"۔(۵)

حالی نے درج بالا عبارت کے ذریعے سے اردو ناقدین کے سامنے یہ دقیق سوال پیش کیا ہے کہ "یادگارِ غالب" سوانحی تصنیف ہے یا تنقید کی ایک کتاب؟ حالی نے چونکہ خود لکھا ہے کہ غالب کی سوانح حیات محض ضمنی ہے جبکہ اس کا اصل مقصد غالب کی شاعری وانشاء پردازی پر روشنی ڈالنا ہے۔ نور الحسن ہاشمی اپنی تصنیف میں یوں کہتے ہیں:

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"یادگارِ غالب سوانح کتاب سے زیادہ تنقیدی کتاب ہے کیونکہ حالی نے غالب کی سوانح حیات کم صفحات میں اور تنقید اور تبصرہ سوانح سے زیادہ صفحات میں پیش کیا ہے اس لحاظ سے تنقیدی حصہ سوانحی حصہ سے بھرا ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یادگارِ غالب اب ایک تنقیدی تصنیف ہے"۔(۶)

حالی نے اس کتاب کے آخر میں خود بھی یوں روشنی ڈالی ہے:

"واقسم کو مرزا کے کلام کے ساتھ بعد شعور سے آج تک چلا آتا ہے اسکو چاہو، اس جوش معتقدرانہ جوش عقیدت کا نتیجہ سمجھو جو انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے اور چاہو یقین کا ثمرہ خیال کرو جو نہایت زبردست شہادتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ بہر تقدیر یہی وہ چیز جس نے ہم کو انہیں کتاب لکھنے پر آمادہ کیا ہے"۔(۷)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حالی کی "یادگار غالب" سعادت مندی اور خلوص کی آئینہ دار ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ غالب سے متعلق حالی سے بہتر کوئی لکھ بھی نہیں سکتا کیونکہ حالی نہ صرف غالب کے شاگرد تھے بلکہ ان کے ہم صحبت بھی تھے اور بے تکلف صحبتوں کا لطف اٹھانے میں پیچھے نہ رہے تھے۔ انہوں نے غالب کو بہت قریب سے دیکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حالی نے ذاتی حالات کی بجائے غالب کے اوصاف کو قلم زد کیا۔ دوسری طرف غالب کے ہم راز ثابت ہوئے اور غالب کی خامیوں کو تصنیف کا حصہ نہیں بنایا۔ مگر ہاں! "یادگارِ غالب" کی تحقیقی خامیوں اور سرسری بیانات نے دوسرے سوانح نگاروں کیلئے بہت کچھ مواد چھوڑا۔ یادگارِ غالب کے دوسرے حصے میں بھی تحقیقی کام اور غالب کی شاعری کے آغاز سے متعلق واقعات کی صداقت اور تحقیق کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

حالی نے مرزا کی ابتدائی شاعری کے وقت ان کی عمر آٹھ سال بتائی جب انہوں نے پتنگ پر مثنوی لکھی جبکہ غالب نے خود اپنے دیوان کے خاتمے میں تفریح کی ہے کہ گیارہ برس کی عمر میں انہوں نے شعر کہنا شروع کیا۔

حالی کی سوانح نگاری سے متعلق اہم کڑی "حیات جاوید" ہے۔اس تصنیف میں حالی نے سر سید احمد خاں کی زندگی کے حالات و واقعات اور ان کے کارنامے پیش کیے ہیں۔حالی نے "حیات جاوید" کے دیباچہ میں اس تصنیف کی تالیف سے متعلق یوں لکھا ہے۔

"یہ تعجب کی بات ہے جبکہ ایسی قابل فخر بائیو گرافی جس کا لکھنا مسلمانوں کا نہایت ضروری فرض تھا اس کے لکھنے کا انداز سب سے پہلے ایک شریف انگلش مین کو آیا پھر اگرچہ ممدوح گراہم کے کول ہم دل سے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے باوجود غیر قوم ہونے کے ہمارے واجب التعظیم لیڈر کی اتنی قدر کی اور انکی بائیو گرافی کی سب سے پہلے بنیاد ڈالی"۔[۸]

حیات جاوید میں سر سید کے خاندان کا ذکر بھی ملتا ہے مگر ان کے بچپن و عادات اور مشغولیت کا ذکر سرسری ہے۔جبکہ اس تصنیف میں ان کی اشد ضرورت تھی کیونکہ بچپن کا غیر تفصیلی بیان قاری کی تشنگی کو بڑھا دیتا ہے۔ڈاکٹر عبد القیوم اس حوالے سے یوں کہتے ہیں:

"جہاں تک نجی حالات، خاندانی کیفیت، تعلیم، عادت اطوار کا تعلق ہے سرسری طور پر بیان کیے گئے ہیں"[۹]

اس تصنیف میں حالی نے واقعات سے گریز کرتے ہوئے صرف نتائج سے بحث کی ہے جس سے تصویر کا صرف ایک رخ سامنے آتا ہے۔حیات جاوید میں حالی نے سر سید کی خدمات سے متعلق واقعات کی تفصیل پیش کی ہے اور تمام اسباب و علل سے بھی بحث کی ہے ناجانے کیوں حالی نے سر سید کے حالاتِ زندگی کو کم جگہ دی ہے۔جبکہ وہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

سوانح نگاری کے فن میں اس نکتے سے بخوبی واقف تھے۔ایک مکمل اور معیاری سوانح نگاری جذئیات زندگی لکھنے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ڈاکٹر سید انصاری اس حوالے سے یوں لکھتے ہیں کہ "ہمیں حالی کے روکھے پن کی شکایت ہے" حیات جاوید پر جہاں نقادوں نے تنقید کی ہے وہی یہ تصنیف کچھ حد تک سوانح نگاری کا ایک بہترین نمونہ پیش کرتی ہے۔اس میں شک نہیں کہ "حیات جاوید" نے اپنے مصنف یعنی حالی کو حیات جاوید فی عطاء کی ہے۔ادبی دنیا آج بھی اس حقیقت کی معترف ہے کہ حالی نے حیات جاوید لکھ کر نا قابل فراموش خدمت سرانجام دی ہے۔

شبلی نعمانی بطور سوانح نگار:

مولانا شبلی نعمانی وہ عظیم المرتبت شخصیت ہیں جس فنِ کمال سے اردو ادب کا طالب علم واقف ہے۔ان کا دور وہ دور ہے جب سلطنت مغلیہ کے جاہ و جلال کا چراغ زمانے کی تیز و تند آندھیوں کی زد پر تھا۔وہ دور تاریخ ہند کا تاریک دور گردانا جاتا ہے۔اس دور کے بہترین ادیب، تاریخ گو اور سوانح نگار شبلی نعمانی تھے۔

شبلی کی سوانح نگاری حالی کے بعد شروع ہوئی۔شبلی نے اس دور میں سوانح نگاری شروع کی جب قوم شکست خوردہ اور پژمردہ تھی۔اس لیے شبلی نے مسلمانوں میں قوت عمل کی حرارت پیدا کرنے کے لئے اسلاف کے روشن کارناموں کو سوانح نگاریوں کی صورت میں پیش کر کے جوش و لولہ پیدا کیا۔شبلی نے اسلام کی گذشتہ شان و شوکت کو دنیا کے سامنے نئی آب و تاب سے پیش کیا۔اس حقیقت کو ڈاکٹر ممتاز فاخرہ صاحبہ نے یوں تحریر کیا ہے:

"شبلی اچھے انشاء پرداز، ناقد، مورخ، شاعر اور محقق تسلیم کیے جاتے ہیں۔بحیثیت سوانح نگار انکے موضوعات کا دائرہ مذہبی اور تاریخی ہے۔ان کا مقصد اسلام کا شاندار پہلوؤں کو قوم کے سامنے پیش کر کے احیائے جدید کو تقویت پہنچانا ہے"[۱۰]

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

شبلی نعمانی نے ۱۸۸۷ء میں قیام علی گڑھ کے دوران اپنی تصانیف کا آغاز کر دیا تھا جو کہ سلسلہ ءناموران اسلام یاہیروز آف اسلام کے سلسلے میں تالیف ہوئیں۔اس حوالے سے اختر وقار عظیم یوں لکھتے ہیں:

"غلامانہ ذہنیت اور احساس کمتری سے نجات دلانے کیلیئے یہ ضروری تھا کہ اسلامی تاریخ کے ایسے زریں اوراق الٹ کر دکھائے جائیں جن میں مسلمانوں کے دل میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہم ایسے دین سے تعلق رکھتے ہیں جس کی عظمت بلندی اور برائی کے آگے بڑی بڑی قومیں بھی پست اور ہیچ نظر آتی ہیں"(۱۱)

ناموران اسلام کے سلسلہ کی پہلی اور نئی طرز کی سوانح عمری المامون ہے۔یہ شبلی کی پہلی مستقل تصنیف ہے۔یہ تصنیف شبلی کی تاریخی سوانح عمری ہے۔اس کتاب کے حوالے سے ڈاکٹر سید شاہ علی مولوی عبد الحلیم شر رکا حوالہ دیتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

دو"مسلمانوں کی گزشتہ تعلیم"کے بعد اس نوعیت کی انکی دوسری کتاب المامون تھی جو علی العموم پسند کی گئی اور اس کتاب نے پہلے پہل پبلک کو بتایا کہ مولانا شبلی کس قسم کے مصنف ہیں اور یہ کہ وہ آئندہ کیسے ثابت ہونے والے ہیں"(۱۲)

المامون کو اگر شبلی کی تاریخی سوانح عمری کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ اس کتاب میں شخصی جذبات کی کمی نہیں ہے لیکن شبلی کی نگاہ برابر تاریخ پر جمی ہوئی ہے یعنی زمانے کی معاشرت اور دوسری مذہبی و علمی جزیئات پر جن کے لئے عہد مامون ممتاز تھا۔شبلی نے اپنے ہیروز یعنی مامون کا انتخاب عقل و فکر کے تحت کیا۔جذبات،عقیدت کا اس میں دخل نہیں ہے۔شبلی کی انصاف پسند طبیعت نہ یہ فیصلہ کیا کہ اگر ہارون کا دامن انصاف برامکہ کے خون سے رنگین نہ ہوتا تو ہم اس کے ہوتے ہوئے عباسیوں میں سے کسی فرمانرواں کو انتخاب کی نگاہ سے نہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

دیکھ سکتے۔ شبلی نے اپنے ہیرو کی صفات بیان کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی وہ اپنے مقصد میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔ المامون میں شبلی کا طرزِ بیان ایک منطقی طرز کا حامل ہے ان کا انداز بیان سبب اور نتیجے کا خیال رکھتا ہے۔ المامون کے اسلوب میں شبلی کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اس میں غور و فکر اور منطق واستدلال کے ساتھ لطف اور اثر بھی پایا جاتا ہے۔ یہ بات بھی حقیقت سے خالی نہیں کہ المامون کی ایک صفت اس کی وہ قوت اور جوش ہے جو شبلی کے احساس کراں اور احساس عظمت کی پیداوار ہے انھوں نے جو کچھ بھی کہا پورے اعتماد سے کہا ہے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ المامون کے اسلوب سے متعلق یوں لکھتے ہیں:

"المامون کی عبارتوں میں پر جوش مضمون کے اظہار کے موقع پر ایک خاص قسم کی موسیقی والفاظ کی تکرار سے پیدا ہوتی ہے"۔(١٣)

شبلی نے ناموران اسلام کی جو فہرست بنائی تھی اس کے مطابق المامون کے بجائے الھارون پہلے نمبر پر تصنیف ہونی چاہیے تھی لیکن الھارون کے بجائے المامون کو اولیت کا درجہ ملا اس کی دو وجہ ہیں ایک تو شبلی نے وکالت کی تعلیم حاصل کی ہے تھی جس کی وجہ سے وہ حالات کی چھان بین اور واقعات کی تحقیق کے بغیر کچھ بھی تحریر کرنا نا مناسب اور اصول فن کے خلاف سمجھتے تھے اس لیے مناسب یہی تھا کہ جس موضوع کا مواد صادق فراہم ہوا سے پہلے ترتیب دیا جائے اور دوسری وجہ یہ کہ المامون کی تصنیف کی تحریک میں یورپ مصنف کی تحریر کردہ تصنیف ہارون الرشید کا بڑا ہاتھ تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے ایک خط سے پتہ چلتا ہے کہ شبلی نے فاتح صلاح الدین ایوبی کی بھی سوانح بھی لکھنا شروع کی تھی۔ آمنہ الطاف اس حوالے سے یوں لکھتی ہیں:

"شبلی نے ناموران اسلام کی جو فہرست بنائی تھی اس ترتیب کے لحاظ سے مامون الرشید کا نام تیسرے نمبر پر تھا لیکن چونکہ وہ ہر بات میں تحقیق، مطالعے، روایت، اور درایت کا التزام

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

رکھتے تھے اس لئے یہ پابندی انکے بس کا کام نہ تھی انھوں نے مناسب یہی سمجھا کہ جس مو
منوع کا مطالعہ سے مواد مل جائے اس کو پہلے لکھیں گے چنانچہ انھوں نے المامون میں بھی
اسکا اعلان کر دیا تھا کہ آئیندہ بھی شاید میں ترتیب کی پابندی نہ کر سکوں"(۱۴)

تقابلی جائزہ

ایسی سوانح نگاریاں جو فنِ سوانح نگاری سے ہٹ کر لکھی گئی ہوں بے حقیقت اور خشک ہو جاتی ہیں اسی لئے ایک اچھی سوانح نگاری میں صداقت کا ہونا از حد ضروری ہے کیونکہ یہ صداقت ہی ہے جو سوانح نگار کو ہر قسم کے الزامات سے بچا لیتی ہے۔ اور سوانح نگار فن کے بنیادی تصور سے ہٹنے نہیں پاتا جبکہ اگر سچائی مفقود ہو جائے تو سوانح کا عدم اور وجود برابر ہو جاتا ہے۔ اسی سچائی کے متلاشی دو سوانح نگار شبلی اور حالی اس مضمون کی روح ہیں۔

شبلی نعمانی کی سوانح نگاری سے قبل ہی الطاف حسین حالی نے اپنی تصنیف حیات سعدی کے ذریعے معیاری باب سوانح نگاری کھول دیا تھا۔ مولانا حالی سے قبل بھی سوانح نگاریاں لکھی گئیں لیکن وہ سوانح عمریاں آنحضرت محمدؐ کی ذات بابرکات سے متعلق تھیں اور حالی کی حیات سعدی اس انداز میں لکھی گئی پہلی سوانح نگاری تھی۔ اس طرح حالی کو اصول اور فنی سوانح نگاری کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔

شبلی اور حالی کی سوانح نگاریوں سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر حالی کے بجائے شبلی سر سید کی لائف لکھتے تو وہ حیات جاوید کو بالکل ہی مختلف رنگ دے دیتے کیونکہ ان دونوں سوانح نگاروں کے اسلوب اور سوچنے کے زاویے نہایت مختلف ہیں۔

حالی ایسے سوانح نگار تھے جو انسانی زندگی کے افادی پہلوؤں پر ہی خاص نظر رکھتے اور انسانی زندگی کے ایسے نفیس پہلوؤں کو ڈھونڈتے اور اپنے موضوع سے حد سے زیادہ ہمدردی اور الفت رکھنے والے تھے جبکہ شبلی غو

رو فکر، منطق و استدلال کے بغیر موضوع کا چناؤ تک نہ کرتے تھے۔ شبلی چونکہ حساس طبیعت رکھتے تھے اس لئے انتہا پسندی بھی پائی جاتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے موضوع کو بڑی خوبصورتی سے، بے کیفی اور خشکی سے بچا لیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام شبلی اور حالی کا موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"انسان کی تکمیل یہ ہے کہ وہ فرشتہ بھی ہو اور شیطان بھی اس کو آپ کسی خاص نام سے نہ پکار سکیں یہ بات نہ حالی میں تھی نہ شبلی البتہ شبلی میں زندگی سے حظ اُٹھانے کی صلاحیت حالی سے کئی زیادہ تھی وہ نسبتاً زیادہ بیدار تھے ان میں متضاد جذبات ابھر سکتے تھے"(۱۵)

حوالہ جات

۱۔ پروفیسر احتشام حسین، تنقیدی جائزے، ادارہ فروغ اردو، لکھنؤ، ۱۹۷۰ء، ص ۱۶۰

۲۔ ڈاکٹر عمر رضا، پریم چند کہانی کا رہنما، نرائن بنی مادھو، الہ آباد، ۱۹۶۹، ص ۱۹

۳۔ آنسہ الطاف فاطمہ، اردو ادب میں سوانح نگاری، اعتقاد پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۷۴، ص ۱۹

۴۔ مولانا حالی، یادگارِ غالب، چمن بک ڈپو، اردو بازار، لاہور، ص ۶

۵۔ نورالحسن ہاشمی، ادب کا مقصد، مبارک بک ڈپو، کراچی، ۱۹۵۶، ص ۶۶

۶۔ مولانا حالی، یادگارِ غالب، چمن بک ڈپو، اردو بازار، لاہور، ۱۶۷

۷۔ مولانا حالی، حیات جاوید، مطبع مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، نڈیا، ۱۹۲۲ء، ص ۳۰

۸۔ ڈاکٹر عبدالقیوم، حالی کی اردو نثر نگاری، ریڈنگ پرنٹنگ پریس، لاہور، ۱۹۶۴ء، ص ۳۱۷

۹۔ ڈاکٹر سید انصاری، حالی اور حیات جاوید، رسالہ اردو ادب، علی گڑھ، ۱۹۵۲ء، ص ندارد

۱۰۔ ڈاکٹر ممتاز فاخرہ، اردو میں فن سوانح نگاری، رونق پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۸۴ء، ص ۶۷

۱۱۔ پروفیسر اختر وقار عظیم، شبلی بحیثیت مورخ، اعتقاد پبلشنگ، دہلی، ۱۴۹۱ھ، ص ۹۷

۱۲۔ ڈاکٹر سید علی شاہ، اردو میں سوانح نگاری، گلڈ پبلشنگ ہاؤس، ڈھاکہ، ۱۹۶۱ء، ص ۱۸۶

۱۳۔ ڈاکٹر سید عبد اللہ، اردو میں سوانح نگاری سر سید کے زمانے میں، سن ندارد، ص ۳۰

۱۴۔ آمنہ الطاف، اردو میں فن سوانح نگاری کا ارتقاء، سن ندارد، ص ۱۲۱

۱۵۔ داکٹر خورشید الاسلام، تنقیدین، انجمن ترقی اردو ہند، علی گڑھ، ۱۹۵۷ء، ص ۵۳